25

جھوٹی عزت کے پیچھے نہ پڑو۔ اصل عزت وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے

مجرموں کی تائید سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ یہ قوم کو تباہ کرنے والی چیز ہے

(فرمودہ 10 ستمبر 1954ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''پچھلے جمعہ میں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ میں اِس ہفتہ لاہور جاؤں گا اور وہاں ڈاکٹروں سے مشورہ کروں گا لیکن آج تک میں وہاں نہیں جا سکا۔ میری ایک بیوی بیمار ہو گئی تھیں اور بخار زیادہ تیز تھا جس کی وجہ سے میں لاہور نہیں جا سکا۔ اِس کے علاوہ مجھے خود بھی ان دنوں انفلوئنزا کی تکلیف رہی۔ سر اور دوسرے سارے جسم میں درد تھا۔ اِسی طرح لات میں بھی درد کی شکایت رہی۔ اِسی وجہ سے پچھلے ہفتہ میں مَیں صرف دو دفعہ نماز کے لیے مسجد میں آسکا ہوں۔ بہرحال اب بھی میرا ارادہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے گھر میں صحت اور عافیت رکھی تو اس ہفتہ میں کسی دن میں لاہور جاؤں گا اور ڈاکٹروں سے مشورہ کروں گا۔

اس کے بعد میں سب سے پہلے یہاں کے دوستوں کو اور پھر جب خطبہ شائع ہو تو اس کے ذریعہ بیرونی جماعتوں کو مخاطب کر کے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں جب بھی قومیں آگے قدم بڑھاتی ہیں اور جب بھی وہ اپنے منبع سے دور ہوتی چلی جاتی ہیں لازماً اُن میں کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ انگریزی میں ایک مشہور مثل ہے کہ قوم کی زندگی کو قائم رکھنے کے لیے نیو بلڈ (New Blood) یعنی نئے خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ہمیں بھی ایک لمبے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک خداتعالیٰ کی خاطر قربانی کا سوال ہے نئے آنے والے بہ نسبت پرانے اور نسلاً احمدیوں کے، زیادہ جوش رکھتے ہیں اور اس کی یہ وجہ ہے کہ نئے آنے والے ہر مسئلہ پر بحث کر کے آتے ہیں۔ ہر مسئلہ انہوں نے خوب سوچا سمجھا ہوا ہوتا ہے اور اس پر غور کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے خلاف انہوں نے دلائل سنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح اس کی تائید میں بھی انہوں نے دلائل سنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لیے کوئی چیز انہیں اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی۔ جن چیزوں نے انہیں اپنی جگہ سے ہٹانا تھا اُن پر وہ پہلے سے ہی بحث کر چکے ہوتے ہیں۔ لیکن جو لوگ نسلاً کسی مذہب میں داخل ہوتے ہیں نہ اُن کے سامنے سارے دلائل آتے ہیں نہ انہوں نے ان کے متعلق کوئی بحث کی ہوئی ہوتی ہے اور نہ اُن کی تائید میں یا اُن کے خلاف دلائل سنے ہوتے ہیں۔ اس لیے جن گندوں کو دیکھ کر ان کے ماں باپ کسی مذہب سے مایوس ہو چکے ہوتے ہیں وہ ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، جو چیزیں اُن کے والدین کو مایوس کرنے والی اور بھگانے والی ہوتی ہیں وہ اُن کے لیے کشش کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اُن کے ماں باپ بیسیوں سال تک اپنے شہروں اور محلوں میں دیکھ چکے تھے کہ فلاں کیسے شریف خاندان میں سے ہے، کس کا بیٹا ہے اور کس طرح سارا شہر اُس کی عزت کیا کرتا تھا۔ پھر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اُس کی اولاد نے سینما اور تماشوں میں جانا شروع کیا جس کی وجہ سے اُن کی مالی حالت بگڑی۔ پہلے اُن کے پاس گھوڑے تھے، گاڑیاں تھیں جن میں وہ سواری کرتے تھے۔ مالی حالت بگڑنے کی وجہ سے وہ بِک گئیں۔ پھر انہوں نے کرایہ کی گاڑیوں پر سفر کرنا شروع کیا۔ پھر جب اَور مالی حالت بگڑی تو انہوں نے پیدل چلنا شروع کیا۔ جب تعیّش کے سارے سامان ختم ہو گئے تو انہوں نے چوری اور ٹھگی کے ذریعہ مال

حاصل کرنا شروع کیا جس کے نتیجہ میں وہ جیل خانوں میں گئے اور لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو گئے۔ غرض ماں باپ نے صرف سینما ہی نہیں دیکھا تھا بلکہ اس کے اثرات کو بھی دیکھا تھا۔ انہوں نے شریف خاندانوں کو سینما کی بدولت تباہ ہوتے دیکھا تھا۔ اس لیے وہ اس سے متنفر ہو گئے۔ لیکن ان کے بیٹے نے سینما کے اثرات کو نہیں دیکھا۔ اس نے اس کی بدولت خاندانوں کو تباہ ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ جب غیر سے ملتا ہے اور سینما دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ سینما تو بہت اچھی چیز ہے۔ میرے ماں باپ بڑے بیوقوف تھے کہ انہوں نے مجھے سینما سے دور رکھا اور اس سے لطف نہ اُٹھانے دیا۔ اس نے نقش دیکھے، گیت سنے، ناچوں سے لطف اُٹھایا، ایکٹروں اور ایکٹرسوں کو دیکھا۔ لیکن یہ نہ دیکھا کہ اس کے بدا ثرات کی وجہ سے کتنے شریف خاندان تباہ ہو گئے۔ اس لیے اُس نے اچھے نقش دیکھ کر اور ایکٹروں کی شکلیں دیکھ کر اپنے ماں باپ، بھائیوں اور دوسرے بزرگوں کو بیوقوف سمجھا۔ گویا جو چیزیں اُس کے ماں باپ، بہن، بھائیوں اور دوسرے بزرگوں کو مایوس کرنے والی اور نفرت دِلانے والی تھیں وہ اُسے اپنی طرف کھینچنے والی ثابت ہو جاتی ہیں۔ ایک ہی چیز ہے جو ماں باپ کو ایک طرف لے گئی اور بیٹے کو دوسری طرف لے گئی۔ پھر احمدیت کو قبول کرنے کی وجہ سے جو مشکلات پیش آتی ہیں اُن سے اُس کا واسطہ نہیں پڑتا۔ جب اُس کے ماں باپ اور بزرگ احمدیت میں داخل ہوئے تو لوگوں نے انہیں مختلف قسم کی تکالیف دیں۔ انہوں نے ان کا بائیکاٹ کر دیا، ضروریاتِ زندگی انہیں مہیا نہ ہونے دیں، بازار سے اگر کوئی شخص سودا دے بھی دیتا تھا تو ناک چڑھا کر اس طرح دیتا تھا جس طرح کُتے کے آگے ٹکڑا ڈال دیا جاتا ہے اور چونکہ وہ ساری مشکلات کو برداشت کر کے احمدیت میں داخل ہوئے تھے اس لیے وہ کسی بات سے گھبراتے اور ڈرتے نہیں تھے۔ وہ جب سنتے تھے کہ لوگ انہیں مار ڈالیں گے تو کہتے تھے ہم تو بیسیوں سال سے اِس قسم کی دھمکیاں سن رہے ہیں لیکن یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ لیکن جب ایک پیدائشی احمدی اِن باتوں کو دیکھتا ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے۔ ماں باپ چونکہ تجربہ کر چکے ہوتے ہیں کہ باوجود اِس کے کہ لوگوں نے اِس سلسلہ میں داخل ہونے والوں کو سخت قسم کی تکالیف دیں، انہوں نے انہیں مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں بلکہ عملی طور پر کچھ لوگوں کو مار بھی ڈالا۔ پھر بھی یہ

سلسلہ اب تک زندہ ہے۔ اس لیے وہ ڈرتے نہیں۔ لیکن ایک پیدائشی احمدی جن کو ان تکالیف سے واسطہ نہیں پڑا وہ وقت پر بزدلی دکھا جاتا ہے۔ اِسی طرح نئے آنے والوں میں ایک قسم کی غیرت ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم تو اپنی جائیدادیں چھوڑ کر آئے ہیں۔ اس لیے جماعت کا جو چندہ آتا ہے اسے ہم کیوں خراب کریں۔ لیکن ایک نسلی احمدی جب مال دیکھتا ہے تو وہ اس میں سے کچھ ذاتی استعمال میں لے آتا ہے اور سمجھتا ہے اس کی وجہ سے میری حالت درست ہوجائے گی۔ پس مالوں کا غبن ہونا، افراد کا بددیانت ہونا کوئی قابلِ تعجب بات نہیں۔ یہ بات ہر نئی اور پرانی، جھوٹی اور سچی قوموں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ جو قومیں اپنی تباہی چاہتی ہیں وہ ان حالات کو دیکھ کر اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتیں۔ لیکن جو قومیں تباہی سے بچنا چاہتی ہیں وہ اُن حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔ ورنہ غبن، خیانت اور بددیانتی جیسی مسلمانوں میں ہے ویسی ہی یہودیوں، ہندوؤں، کنفیوشس کے ماننے والوں، شنٹوازم والوں، عیسائیوں اور سِکھوں سب میں پائی جاتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو قومیں بیدار ہیں وہ اِن بُرائیوں کے دبانے میں لگی رہتی ہیں اور جو قومیں مُردہ ہیں وہ ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی ہیں۔ وہ اِن بُرائیوں کو دباتی نہیں بلکہ مجرموں کی تائید کرتی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی بڑے خاندان کی ایک عورت نے چوری کی اور شکایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچی۔ جب لوگوں کو پتا لگا تو وہ سفارش لے کر آئے کہ یہ عورت فلاں خاندان سے ہے اور بہت معزز ہے۔ اگر اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا تو بڑی بدنامی ہوگی۔ یہ سُن کر آپؐ کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا[1] (بعض نادانوں نے اِس روایت سے یہ دھوکا کھایا ہے کہ شاید حضرت فاطمہؓ پر کوئی ایسا الزام لگا تھا۔ یہ جھوٹ ہے۔ خاندانِ نبوت کے کسی فرد پر بددیانتی کا الزام تک بھی نہیں لگا)۔ اِس طرح وہ لوگ سمجھ گئے کہ اگر آپؐ اپنے خاندان کے افراد کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو دوسرے کے متعلق سفارش کس طرح مان سکتے ہیں۔ چنانچہ جب تک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقرر کردہ اصول رائج رہے، مسلمانوں میں انصاف قائم رہا لیکن جب آپؐ کے بیان کردہ اصولوں پر عمل نہ رہا تو انصاف بھی غائب ہو گیا۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی وہی تھے، نماز بھی وہی تھی، کلمہ بھی وہی تھا لیکن قوم کی حالت گرتی چلی گئی۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو نصائح بیان فرمائیں مسلمانوں نے انہیں بُھلا دیا۔ اصلاحِ نفس کے متعلق جو تراکیب آپؐ نے بیان فرمائی تھیں وہ بُھلا دی گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف قسم کی کمزوریاں مسلمانوں میں پیدا ہو گئیں۔

ہم میں بھی بعض کمزوریاں آ گئی ہیں اور بعض آ رہی ہیں۔ انہیں دیکھ کر جماعت کے بعض بیوقوف لوگ گھبرا جاتے ہیں۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ چوریاں، غبن اور بددیانتی آدمؑ کے وقت سے چلی آ رہی ہیں۔ کوئی ہسپتال ایسا نہیں نکلا جہاں ان کا علاج ہو سکے اور کوئی دوائی ایسی ایجاد نہیں ہوئی جس سے ان بیماریوں کا علاج کیا جا سکے۔ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے گناہ بالکل ختم کر دیا ہو۔ خداتعالیٰ کا کوئی قانون ایسا نہیں آیا جس نے روحانی بیماریوں کو قطعی ختم کر دیا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی روحانی بیمار تھے، حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں بھی روحانی بیمار تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی روحانی بیمار تھے، حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بھی روحانی بیمار تھے، حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں بھی روحانی بیمار تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی روحانی بیمار تھے اور آج بھی روحانی بیمار موجود ہیں۔ غیروں میں اور ان میں فرق صرف یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دشمن روحانی بیماری کو دبانے کی جرأت نہیں رکھتے تھے لیکن آدمؑ کے ماننے والے روحانی بیماریوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت رکھتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے اخلاق کا اعلیٰ معیار قائم کر لیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے دشمنوں میں بھی ان بُرائیوں کو دبانے کی جرأت نہ تھی لیکن آپؑ کے ماننے والے ان برائیوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت رکھتے تھے اور مقابلہ کرتے رہے۔ چونکہ وہ ان برائیوں کو دباتے چلے گئے اس لیے ان کی قوم تباہی سے بچ گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں بھی روحانی بیماریاں پائی جاتی تھیں۔ آپ کے دشمن ان کو مٹانے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن آپؑ کے ماننے والوں نے انہیں مٹانا شروع کیا۔

کڑوی دوائیں دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اکثر اعمال نیک نظر آنے لگ گئے۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کے دشمن بھی ان روحانی بیماریوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے لیکن آپؑ کے ماننے والے دھڑلّے سے ان کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ اور اگر کوئی بیمار نظر آتا تو ساری قوم اس کے پیچھے پڑ جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی قوم بحیثیت قوم اخلاق کے ایک اعلیٰ معیار پر پہنچ گئی۔ اور یہی حال حضرت عیسٰی علیہ السلام کا تھا اور یہی حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تھا۔

یہ کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماننے والے سب کے سب نیک تھے ان میں خیانت، غبن اور بددیانتی کی قسم کی بُرائیاں نہیں پائی جاتی تھیں قرآن کریم کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں صاف آتا ہے کہ آپ کے پاس منافق آتے تھے اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہے تو یہ سچی بات کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن یہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔2 پھر قرآن کریم میں ہی آتا ہے کہ آپ کے ماننے والے اور آپ کا کلمہ پڑھنے والے آپ کے متعلق یہ کہتے تھے هُوَ اُذُنٌ 3 کہ ہم نے فلاں فعل تو نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تو ٹھیک، لیکن ہیں بھولے بھالے۔ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں اور ہمارے متعلق شکایات کرتے ہیں اور آپ بِلا تحقیق ان کی بات مان لیتے ہیں۔ یہ ایک پُرانا حربہ ہے جو منافق لوگ استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔ آج ہمارے خلاف بھی یہی حربہ استعمال ہو رہا ہے۔ آج بھی جماعت کے منافق یہی کہتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح نہایت سادہ اور بھولے بھالے ہیں۔ آپ لوگوں کی باتوں پر فوراً یقین کر لیتے ہیں۔ بیوقوف مومن سمجھتے ہیں کہ یہ کتنے مخلص ہیں۔ خلیفۃ المسیح کا انہیں کتنا ادب ہے مگر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ تو وہی بات ہے جو منافق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کہا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تو نیک، آپؐ ہیں تو اچھے مگر آپؐ کانوں کے کچّے ہیں۔ لوگ جو کچھ کہہ دیتے ہیں آپؐ بِلا تحقیق مان لیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے ہوتے تھے کہ آپ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) کم عقل ہیں۔ یہی بات اب کہی جاتی ہے کہ خلیفۃ المسیح خدارسیدہ ہیں، نیک ہیں، جماعت کے خیرخواہ ہیں مگر ہیں

سادہ اور بھولے بھالے۔ یا بالفاظِ دیگر بیوقوف۔ لوگ آپ کو بہکا لیتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ مان لیتے ہیں۔

غرض قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی منافق موجود تھے اور وہ اس قسم کی باتیں کرتے تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص مر گیا۔ آپ سے درخواست کی گئی کہ اس کا جنازہ پڑھائیں لیکن آپؐ نے فرمایا میں اس کا جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ یہ خائن تھا4 حالانکہ وہ شخص جہاد کرتا ہوا مارا گیا تھا۔

اب جو روحانی بیماریاں حضرت آدم علیہ السلام سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ تک سب انبیاء کے زمانہ میں رہی ہیں کونسے باپ کا بیٹا آئے گا جو اُن کی اصلاح کرے گا؟ اگر کوئی شخص ان بیماریوں کے علاج کا دعوٰی کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ جو کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ کر سکے وہ کیسے کر سکتا ہے؟ پس یہ لوگ ہمارے اندر بھی موجود ہیں اور ان کی موجودگی ایسی خطرناک چیز نہیں کہ جماعت کے دوست گھبرا جائیں۔ ہاں! یہ بات ضرور خطرناک ہے کہ جماعت میں سے کچھ لوگ ایسے لوگوں کی تائید میں کھڑے ہو جائیں۔ مثلاً پچھلے دنوں صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں چار بڑی بڑی خیانتیں پکڑی گئی ہیں۔ اب جہاں تک خیانت کا سوال ہے احادیث سے پتا لگتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی خائن موجود تھے اور میں اپنے علم کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ خیانت کرنے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی موجود تھے۔ اور قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ لوگ سب انبیاء کے زمانہ میں پائے جاتے تھے۔ پس جماعت میں اِن لوگوں کی موجودگی کوئی ایسی بات نہیں جو گھبرا دینے والی ہو۔ بُری بات یہ ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں نے ان لوگوں کے جُرم کو چھپانے کی کوشش کی اور خیال کیا کہ اگر یہ خیانتیں ظاہر ہو گئیں تو جماعت کی بدنامی ہو گی۔ یہ بات نہایت خطرناک ہے۔ اگر یہ عیب حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں موجود تھا، اگر یہ عیب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت میں موجود تھا، اگر یہ عیب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھا، اگر یہ عیب حضرت موسیٰ اور

حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے وقت میں موجود تھا، اگر یہ عیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں موجود تھا اور اس سے ان سب انبیاء کی بدنامی نہیں ہوئی تو یہ کونسے بالائے انسانیت مرد ہیں کہ اس سے ان کی بدنامی ہو گی۔ اگر بعض لوگوں کی ایسی بُرائیوں کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بدنامی نہیں ہوئی تو یہ لوگ جو آپؐ کی جوتیوں کے غلام ہیں ان کی کیا بدنامی ہو گی۔ ان عیوب کی تو کھلے بندوں مخالفت کرنی چاہیے۔ اور اگر کوئی شخص اِس پر اعتراض کرتا ہے تو تم اُسے یہ جواب دو کہ اِس قسم کے روحانی مریض ہر جگہ موجود ہیں۔ ہماری خوبی یہ ہے کہ ہم انہیں دباتے ہیں اور تم انہیں بچاتے ہو، ہم انہیں اپنی جماعت سے نکالتے ہیں اور تم لوگ ان کی تعریفیں کرتے ہو۔ اگر تم ایسا کہو گے تو ہر شخص تمہاری تعریف کرے گا اور کہے گا کہ یہ لوگ نیک ہیں۔ یہ بدی کو چھپاتے نہیں بلکہ اسے مٹانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ جو شخص بدی کو چھپاتا ہے وہ یقیناً بزدل ہے۔ خواہ وہ بظاہر کیسا ہی بہادر سمجھا جاتا ہو کیونکہ وہ اپنے فرائض کے بجا لانے میں لوگوں کے اعتراضات سے ڈرتا ہے۔

میرے پاس صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں کا ایک وفد آیا اور اس نے کہا کہ ہمیں ان باتوں پر پردہ ڈالنا چاہیے ورنہ اِس سے ہماری بڑی بدنامی ہو گی۔ میں نے کہا جب تم نے بیعت کی تھی تو تم نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم دین کی خاطر اپنی جان، مال اور عزت کی قربانی کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ اگر تم اب بدنامی سے ڈر رہے ہو تو عزت کے قربان کرنے کا وقت کب آئے گا۔ یہی موقع ہے عزت کو قربان کرنے کا۔ ورنہ عزت کو قربان کرنے کے یہ معنے تو نہیں ہوتے کہ کوئی شخص اپنی عورتوں کو بازار میں بٹھا دے۔ عزت کو قربان کرنے کے یہی معنے ہیں کہ احکامِ قرآن کو ماننے کی وجہ سے بعض جگہ بدنامی کا خطرہ ہو گا لیکن ہم اپنی عزت کی کوئی پروا نہیں کریں گے۔ پس جماعت کا قصور یہ ہے کہ جماعت اس قسم کے مجرموں کو منہ لگاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اِس قسم کا جُرم کرتا ہے تو جماعت کے دوست اس کی سفارش لے کر میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں آپ انہیں معاف کر دیں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اگر جُرم کرنے والا سفارش کرنے والوں کا باپ، بھائی، رشتہ دار یا دوست نہ ہوتا تو وہ کہتے جماعت کتنی خراب ہے، جماعت کا اخلاقی معیار دن بدن گر رہا ہے۔

جماعت کے دوست اِس قسم کے لوگوں کی مدد کرتے ہیں، وہ اُن بدیوں کو مِٹانے کی کوشش نہیں کرتے لیکن اب چونکہ مجرم ان کے اپنے بھائی بند ہیں۔ وہ اُن کی سفارش لے کر میرے پاس آتے ہیں۔ حالانکہ مساواتِ اسلامی کے یہ معنے تو نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے مسلمانوں کو یکساں طور پر کھانا کھلایا ہو، ایک سا لباس پہنایا ہو یا ایک سے گھروں میں انہیں رکھا ہو۔ ہاں! آپ نے یہ ضرور کیا ہے کہ ابوبکرؓ ہو یا کوئی ادنیٰ غلام جب قانون کا معاملہ آیا تو آپ نے ان سب سے برابر کا سلوک کیا۔

ایک دفعہ آپ مجلس میں بیٹھے تھے کہ کوئی شخص دودھ کا ایک پیالہ لایا۔ آپؐ ہر کام دائیں طرف سے شروع کرتے تھے۔ وہ دن غُربت کے تھے۔ اس لیے جو لوگ تحفے لاتے تھے وہ یہ خیال کرتے تھے کہ شاید آپ بھوکے ہیں۔ لیکن اِن دنوں جو لوگ تحفے لاتے ہیں وہ اِس خیال سے تحفے پیش نہیں کرتے کہ شاید جسے یہ تحفہ پیش کیا جا رہا ہے وہ بھوکا ہے بلکہ اِن دنوں ایک زائد چیز کے طور پر تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ اُس مجلس میں حضرت ابوبکرؓ بھی بیٹھے تھے لیکن وہ اتفاقاً آپؐ کے بائیں طرف تھے۔ آپ نے اُن کے چہرے پر بھوک کے آثار دیکھے اور معلوم کیا کہ انہیں فاقہ ہے۔ آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اگر تم مجھے اجازت دو تو میں یہ دودھ ابوبکر کو دے دوں؟ اُس لڑکے نے کہا **یارسول اللہ** ! آپ مجھ سے کیوں دریافت فرماتے ہیں؟ کیا شریعت نے میرا کوئی حق مقرر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دائیں طرف والے کو ترجیح دی ہے۔ تم دائیں طرف بیٹھے ہو اس لیے تمہارا قانونی حق ہے کہ تمہیں ابوبکر سے پہلے دودھ دیا جائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انہیں اس کی ضرورت ہے۔ اُس لڑکے نے کہا اگر قانون نے مجھے حق دیا ہے تو آپؐ دودھ مجھے دیجیے۔ میں آپ کا تبرّک کسی اَور کو دینے کے لیے تیار نہیں۔5 اب دیکھو! حضرت ابوبکرؓ آپ کے قریبی تھے لیکن آپ نے یہ دودھ حضرت ابوبکر کو نہیں دیا۔ اُس لڑکے کو دیا۔

پس جہاں تک شرعی حقوق کا سوال تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں میں مساوات کو قائم کیا ہے لیکن آجکل محض دوستی اور ہمسایہ ہونے کی وجہ سے لوگ غبن اور

خیانت کرنے والوں اور سودا میں دھوکا کرنے والوں کی تائید میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر جُرم ثابت ہو گیا تو کہہ دیتے ہیں ایسا ہو ہی جاتا ہے اور اگر جُرم مشتبہ ہو تو کہہ دیتے ہیں جُرم تو ثابت نہیں ہوتا، کہیں ایسی دلیلوں سے بھی جُرم ثابت ہوتا ہے؟ اگر ان کی بات مان لی جائے تو جُرم مِٹ نہیں سکتا بلکہ اَور زیادہ بڑھے گا۔

پھر لوگ مجرم کو بچانے کی کوشش تو کرتے ہیں، اُس کی اصلاح کی کوشش نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جُرم اُس کی اولاد میں بھی چلا جاتا ہے اور دو تین نسلوں میں قوم برباد ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ بہت سے کمزور لوگ ایسے ہیں جو قریب کے نتیجہ کو دیکھتے ہیں۔6 وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں ہمارا دوست ہے۔ اگر ہم نے اس کی تائید نہ کی تو وہ کیا خیال کرے گا حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اب تو وہ اکیلا ہے آئندہ دو تین نسلوں میں وہ ایک سے تین سو تک پہنچ جائے گا۔ ایسی صورت میں ہم ایک کی بجائے تین سَو کو برباد کر رہے ہیں لیکن لوگ آجِل کو نہیں دیکھتے عاجل کو دیکھتے ہیں۔ یعنی وہ ایسے فائدہ کو تو دیکھتے ہیں جو جلد ہی انہیں حاصل ہو جانے والا ہوتا ہے لیکن اپنے بھیانک انجام کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ پس مجرموں کی تائید سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ یہ قوم کو تباہ کرنے والی ہے۔

باقی غبن اور بددیانتی ایسی چیز نہیں جس پر گھبراہٹ کا اظہار کیا جائے۔ دشمن اعتراض کرے گا تو کیا ہو گا۔ کیا یہ روحانی امراض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں تھیں؟ اگر غیر مبائع اعتراض کریں گے تو کیا یہ روحانی امراض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں موجود نہیں تھیں؟ قابلِ اعتراض بات یہ ہے کہ تم مجرموں کی تائید میں کھڑے ہو جاؤ۔ اگر تم مجرموں کی تائید میں کھڑے نہیں ہوتے۔ اگر تم بدی کو کچلنے کی پوری کوشش کرتے ہو تو اگر کوئی شخص اعتراض کرتا ہے تو کہہ دو یہ ایک پھوڑا تھا جس کو ہم نے چِیرا دے دیا ہے۔ لیکن تم لوگ اِس قسم کے عیوب کو چھپائے پھرتے ہو۔ تم پر اعتراض پڑتا ہے ہم پر اعتراض نہیں پڑتا۔ اِس سے نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شرمائے ہیں، نہ نوحؑ شرمائے، نہ ابراہیمؑ شرمائے اور نہ آدمؑ شرمائے۔ پھر تم کیوں شرماؤ؟ شرمانے سے تمہارا عیب ثابت ہو گا اور وہ جُرم بڑھے گا کم نہیں ہو گا۔ لیکن اگر شرماؤ گے نہیں تو تم اس کے علاج کی کوشش کرو گے اور اگر

علاج کرو گے تو جماعت کی اصلاح ہو گی۔ اگر کمزور لوگوں کو پتا لگ گیا کہ جماعت کے لوگ ان کی مدد کرتے ہیں تو ان کی تعداد بڑھ جائے گی۔ لیکن اگر تم لوگ ان کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاؤ گے تو وہ چار سے دو اور دو سے ایک ہو کر رہ جائیں گے۔ پس تم اپنی حقیقت کو سمجھو اور قوم سے اس چیز کی امید نہ رکھو جس کی امید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔ اورتم وہ طریق اختیار نہ کرو جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تم اس قسم کے عیوب دیکھو تو ان کے دبانے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تمہیں اپنے ماں باپ، بہن بھائی یا اپنی اولاد کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو تم سچی گواہی دو[7] اور جسمانی تعلق کا خیال نہ رکھو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کو اس قسم کے معاملات میں ماں باپ، بھائی یا اولاد کے ساتھ کھڑا نہیں کرتا بلکہ ان کے خلاف کھڑا کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمہارا یہ کام نہیں کہ اگر تمہارا بیٹا ہو، بھائی ہو، باپ ہو یا کوئی اَور رشتہ دار ہو تو تم اس کی رعایت کرو۔ اگر کوئی شخص مجرم ہے چاہے وہ تمہارا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو تو تم سچی گواہی دو۔ جھوٹ بول کر اسے بچانے کی کوشش نہ کرو اور جب تک یہ بات تم میں رہے گی عیب تو تم میں بھی رہیں گے۔ میں یہ وعدہ نہیں کرتا کہ تم میں خائن نہیں ہوں گے، تم میں چور نہیں ہوں گے، تم میں بددیانت نہیں ہوں گے۔ تم میں خائن بھی رہیں گے، چور بھی رہیں گے، بددیانت بھی رہیں گے لیکن یہ ضرور ہو گا کہ تمہاری قوم چور نہیں ہو گی، تمہاری قوم خائن نہیں ہو گی، تمہاری قوم بددیانت نہیں ہو گی۔ اگر تم ان اصولوں پر قائم رہے تو تم محفوظ رہو گے۔ اور اِس قسم کے لوگ جماعت سے اِس طرح نکلتے چلے جائیں گے جس طرح چھلنی سے کوڑا کرکٹ نکل جاتا ہے۔ پس تم اِس نکتہ کو سمجھو اور جھوٹی عزت کے پیچھے نہ پڑو۔ جھوٹی عزت کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ عزت وہی ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور ذلّت وہی ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے آتی ہے"۔

(الفضل 22 ستمبر 1954ء)

1: مسلم کتاب الحدود باب قَطْعِ السَّارِقِ الشَّرِيْفِ وَغَيْرِهٖ وَالنَّهْيِ عَنِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُوْدِ

2: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (المنافقون:2)

3: التوبة:61

4: النسائی کتاب الجنائز باب الصلٰوۃ علٰی من غلّ

5: ترمذی ابواب الاشربة باب ماجاء ان الْاَيْمَنِيْنَ احقّ بالشّرب

6: اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۸﴾ (الدهر:28)

7: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ (النساء:136)